سورۂ ماعون

مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ اس میں سات آیتیں ہیں

نام اور جائے نزول اس سورہ شریفہ کو سورۂ ارأیت اور سورۂ دین اور سورۂ تکذیب بھی کہتے ہیں۔ کسی چیز کے ناموں کی کثرت' اس کی شرافت اور فضیلت کی دلیل ہے۔ سورۂ ماعون کی نسبت جمہور کا قول یہی ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی مروی ہے۔ اور تفسیر بحر المحیط میں ہے کہ یہ سورت شریفہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ یہ قول حضرت قتادہ وضحاک کا ہے۔ اور مفسر ضریر (نابینا) علامہ ہبۃ اللہ فرماتے ہیں کہ نصف اول مکہ مکرمہ میں اور نصف ثانی مدینۂ منورہ میں نازل ہوا۔ مبنائے اختلاف یہ ہے کہ اس سورت شریفہ میں منافقین کا بیان آیا ہے اور ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ میں منافقین نہ تھے۔ جب مسلمان وہاں سے ہجرت کرکے مدینہ آئے تو یہاں منافقین سے

سابقہ پڑا۔ جمہور کی طرف سے اس کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کو چونکہ عنقریب منافقین سے سابقہ پڑنے والا تھا اس لئے قبل از قبل ان کے احوال سے آگاہ فرما دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

سورۂ ماقبل سے ربط اس سورت شریفہ کا ماقبل سے ربط کئی طرح ہے۔ ایک یہ کہ سورۂ ماقبل میں اطعمھم من جوع فرمایا گیا تھا کہ قریش پر جب کبھی بھوکوں مرنے کی صورت رونما ہوئی اللہ سبحانہ نے اپنے فضل و کرم سے ان کے کھانے پینے کا انتظام فرمایا۔ اس احسان عظیم کا اقتضاء یہ تھا کہ یہ لوگ یتامیٰ اور مساکین کی خبر گیری کرتے اگر خود کوئی انتظام نہ کر سکیں تو اغنیا اور مرفہ الحال لوگوں کو توجہ دلاتے۔ جب ایسا نہیں کیا گیا تو اس سورت شریفہ میں انکی مذمت فرمائی جارہی ہے۔ دوسری وجہ ارتباط یہ ہے کہ سابقہ سورت میں ارشاد ہوا تھا:۔ فلیعبد وارب ھذا البیت۔ اس بیت اللہ شریف کے مالک کی عبادت کیا کریں۔" پھر جو اس کا اہتمام نہ کرے اور اس میں غفلت برتے اور ریاکاری سے کام لے تو وہ بھی اس کا مستحق ہے کہ اس کی مذمت کی جائے اور اس کو سزا سنائی جائے۔ چنانچہ اس سورت شریفہ میں آرہا ہے:۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتہم ساھون۔ الذین ھم یراءون پھر خرابی ہے

ان نمازیوں کی جو اپنی نماز جیسی اہم عبادت سے (جو دین اسلام کا رکن اعظم ہے)
غافل ہیں اور اس کو ادا کرتے بھی ہیں تو محض دکھاوے کے لئے"۔ تیسری وجہ ارتباط
یہ ہے کہ قیامت پر ان کا ایمان نہ تھا۔ اور وہ آخرت کی سزا و جزا کے قائل نہ تھے
سورت سابقہ میں ان پر اللہ سبحانہ کے احسانات گنائے گئے تھے اور ظاہر ہے کہ
ہر احسان شکریہ کو چاہتا ہے۔ تاکہ نعمت حاصلہ برقرار رہے اور مزید نعمت کا
مستحق گردانے اور اگر شکر نعمت ادا نہ کیا جائے تو سلب نعمت بلکہ عقوبت و نقمت کا
متوجب قرار دیا جائے۔ اس لئے اس سورت شریفہ میں ایسے ناشکر گزار لوگوں
کے لئے آخرت میں کیا سزا رکھی گئی ہے اس سے آگاہ فرمایا جا رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع ہے اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ○ آپ نے دیکھا اس کو جو

جھٹلاتا ہے انصاف ہونے کو"۔

دین کی تفسیر "دین" کی تفسیر تین طرح کی گئی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں:
الدین الجزآء فی الخیر والشر کما تدین تدان۔ دین سے جزائے
اعمال مراد ہے۔ اعمال خیر ہوں یا شر۔ ان کی جزا بھی اسی طرح اچھی یا بری ہوگی

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ "تم جیسا عمل کروگے ایسی ہی جزا تم کو ملے گی" اس اعتبار سے آیۂ کریمہ کے معنی یہ ہوں گے کہ (اے نبی کریم!) آپ نے اس کو دیکھا جو جزائے اعمال ہی کو جھٹلاتا ہے" یعنی کمال تعجب سے ارشاد ہو رہا ہے کہ آپ کو ایک ایسے شخص سے سابقہ پڑا ہے جو کہتا ہے کہ ہم دنیا میں بالکل آزاد ہیں۔ جو چاہیں کریں ہم سے کسی قسم کی کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ اور نہ اس کی کوئی جزاو سزا ہے۔ جو کچھ ہے یہی دنیا ہے۔ اس کے بعد کچھ نہیں۔ گویا عدل و انصاف نہیں ہوگا۔

دوسری تفسیر | ۲۔ حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں:۔ یکذّب بالدین بالحساب۔ (ابن جریر، ابن المنذر) یکذّب بالدین سے یکذّب بالحساب مراد ہے" یعنی اعمال کے محاسبہ کو جھٹلاتا اور اس سے انکار کرتا ہے مطلب یہ کہ کوئی شخص کچھ بھی کرے اس سے اس کے کئے ہوئے کاموں کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ حضرت مجاہد بھی فرماتے ہیں:۔ بالحساب مدینین محاسبین۔ (بخاری شریف) بالدین سے بالحساب مراد ہے ان کا استدلال سورۂ واقعہ کی آیۂ کریمہ فلولا ان کنتم غیر مدینین ترجعونھا ان کنتم صادقین سے ہے جس میں مدینین کی تفسیر محاسبین سے

کی گئی ہے۔ جس میں ارشاد باری ہو رہا ہے کہ اگر تم کسی کے اختیار میں نہیں اور نہ تم سے کسی چیز کا حساب لیا جانے والا ہے تو مرنے والے کی جان کو لوٹا کر کیوں نہیں لاتے تاکہ کوئی مرنے ہی نہ پائے اور نہ حساب دینے کی نوبت آئے۔" یہ قول بھی قول اول کے ہم معنی ہے۔

تیسری تفسیر ۳۔ دین کی تفسیر اسلام سے بھی کی گئی ہے۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ دین و ملت کچھ نہیں۔ اور نہ اس کے احکام (اوامر و نواہی) لائق تعمیل ہیں۔ اوامر کی پابندی اور نواہی سے باز رہنے کی کچھ ضرورت نہیں جو چاہو کرو۔ حالانکہ دنیا میں جس قدر انسان ہیں وہ کسی نہ کسی دین اور ملت کے قائل ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بے دین اور لامذہب ہے تو اس کی لادینی اور لامذہبی بھی بجائے خود ایک دین اور مذہب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرمایا:۔ یکذب بحکم اللہ (ابن جریر، ابن ابی حاتم) یعنی وہ اللہ سبحانہ کے حکم کو نہیں مانتا اور کہنے لگے کہ اللہ نے ایسا حکم نہیں دیا۔

تفاسیر صدر کا خلاصہ خلاصہ ان تفاسیر اور اقوال کا یہ ہے کہ دین سے جزا مراد ہو یا حساب یا احکام، ایک ایسا انسان بھی ہے جو

ان میں سے کسی کو بھی نہیں مانتا۔ سب کی تکذیب کرتا رہتا ہے۔ وہ نہ احکام شریعت کو مانتا ہے اور نہ دین اسلام کو بلکہ وہ سزا وجزا کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔ حالانکہ عقل انسانی سزا وجزا کو ضروری تسلیم کرتی ہے اور انصاف کو لازمی امر قرار دیتی ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص عمر بھر نیکی کرتا رہا اور دوسرا مدۃ العمر ظلم و زیادتی میں لگا رہا اور اسی حالت میں دونوں مرگئے تو کیا مرد صالح کی نیکیاں برباد ہوں گی اور کیا ظالم وجابر سے باز پرس نہ ہونی چاہیئے؟ عقل انسانی کیا کہتی ہے کم از کم اسی پر غور کرلیا جائے۔ یہاں سوال ہوتا تھا کہ ایسا کون ہوگا جو اس قسم کی واہی تباہی باتیں کرتا ہے تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ اگر آپ اس کو نہیں جانتے تو ہم بتائے دیتے ہیں۔

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۙ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ سو یہ وہی ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو اور نہیں تاکید کرتا محتاج کے کھانے پر۔"

یدع الیتیم کی تفسیر تفسیر روح البیان میں ہے:۔ وھو ابو جھل کان وصیاً لیتیم فجاءہ عریانا یسأله من مال نفسه فدفعه دفعا شنیعا فایس الصبی فقال له اکابر قریش قل لمحمد یشفع لک

وکان غرضھم الاستھزاء بہ وھو علیہ السلام ما کان یرد محتاجا فذھب معہ الی ابی جھل فقام ابو جھل وبذل المال للیتیم۔ وہ ابو جہل ہے جو ایک یتیم بچے کا وصی تھا۔ (اس بچے کے باپ نے اپنی وفات کے وقت کچھ دولت چھوڑی تھی اور ابو جہل کو بلا کر وصیت کی تھی کہ اس رقم سے بچے کی پرورش کرنا اور جب بڑا ہو جائے تو ما بقی مال اس کے حوالے کر دینا)۔ چنانچہ وہ یتیم بچہ جس کو پہننے کے لئے کپڑے تک میسر نہ تھے اپنا مال مانگنے کے لئے ابو جہل کے پاس آیا تو اس نے یتیم کو دھکے دیکر نکال دیا۔ بچہ اس سے ناامید ہو گیا تو قریش کے سرداروں نے از راہ تمسخر اس سے کہا کہ تو محمد کے پاس جا کہ ابو جہل کے پاس جا کر سفارش کریں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ کسی محتاج کو خالی واپس نہ فرماتے۔ چنانچہ اس بچے نے جب آپ کے پاس آ کر سفارش چاہی تو آپ فوراً اس کو ساتھ لیکر ابو جہل کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے لئے سفارش فرمائی تو ابو جہل اسی وقت اٹھا اور اس کا مال اس کے حوالے کر دیا۔

فعیرہ قریش وقالوا اصبوت قال لا واللہ ما صبوت و لکن رأیت عن یمینہ وعن یسارہ حربۃ خفت ان لم اجبہ

یطعنہ فیّ ۔ اس پر کفار قریش نے ابو جہل کو عار دلانا شروع کیا اور کہنے لگے کیا تو اپنے آبائی دین سے پھر گیا (جبھی تو ان کی سفارش مان لی) اس نے کہا نہیں جی خدا گواہ ہے کہ میں اپنے دین سے نہیں پھرا لیکن ان کے داہنے اور بائیں جانب سے ایک قسم کا برچھا دیکھا جس سے مجھے اندیشہ ہو گیا کہ اگر ان کی بات نہیں مانتا ہوں تو وہ برچھا مجھے چبھا دیں گے۔" مقام غور ہے کہ جس شخص کی بے دینی کی یہ حالت ہو کہ وہ یتیم بچے کو اسی کا مال اس کے حوالے کرنے میں اتنا سنگدل ہے کہ وہ برہنہ آیا ہے تو اس کو دھکے دیکر نکال دیا ہو تو اس کو دین وملت سے کچھ غرض اور جزائے اعمال کا کیسے یقین ہو سکتا ہے ؟

ولا یحض کی تفسیر

نیز اس شخص کی دوسری علامت یہ ہے:۔ ولا یحضّ علی طعام المسکین ۔ اور وہ کسی کو ترغیب نہیں دلاتا کہ ایک مسکین کو کوئی کچھ کھانا کھلا دے۔" محتاجوں کو کھانا کھلانا ایک شریفانہ عمل ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس کو کسی خوش حال شخص سے ملا دینا چاہیے کہ اس کی اس حالت میں مدد کرے مگر ایک شخص ایسا ہے کہ خود تو کسی محتاج کو کھانا کیا کھلاتا، زبان سے اس کی سفارش تک نہیں کرتا تو اس سے اس کی دینی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دین سے اس کو کیا واسطہ ہے ؟

یہاں ایسے شخص کا نام نہ لینے اور صرف اس کے علامات بتانے پر اکتفا کرنے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جس شخص کا یہ حال ہو وہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کا نام لیا جائے نیز قرآن کریم چونکہ کافۃ الناس کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔ اور اشخاص سے اس کو بحث نہیں اس لئے بھی یہاں کسی کا نام خصوصی طور پر نہیں لیا گیا صرف اوصاف و علامات پر اکتفا فرمائی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اوصاف و علامات جس کسی شخص میں پائے جائیں وہ اس کا مخاطب ہے خواہ اس کا تعلق کسی خاندان اور ملک سے ہو اور خواہ وہ کسی زمانے میں پایا جائے۔ اس طرح پوری دنیا کے لوگ قرآن کریم کے مخاطب ہیں۔ وہ مشرق میں رہتے ہوں یا مغرب میں شمال میں ہوں یا جنوب میں نیز وہ نزول قرآن کریم کے زمانے میں موجود ہوں، یا قیامت تک وجود میں آتے رہیں سبھی اس کے مخاطب ہوں گے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ پھر خرابی ہے اُن نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں اور مستعار تک نہیں دیتے برتنے کی چیز "

فویل للمصلین کی تفسیر | اور حقوق الناس کو ادا نہ کرنے والوں اور

کوتاہی کرنے والوں کا بیان ہوا تھا۔ اب حقوق اللہ سے غفلت برتنے والوں اور ان کی ادائی سے پہلوتہی کرنے والوں کا بیان فرمایا جارہا ہے۔ ارشاد ہورہا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ۔

پس بڑی خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز ہی سے جو اسلام کا رکن اعظم اور دین کا مستحکم ستون ہے اسی سے بے خبر ہیں۔ نماز کیا ہے؟ بندے کو اللہ سبحانہٗ سے ملانے اور اس سے قریب تر کرنے۔ اس سے ہم کلام ہونے کا ذریعہ۔ الصلاۃ معراج المؤمنین۔ نماز اہل ایمان کی ترقی کا زینہ ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی تو اس میں ملک وملکوت کا مشاہدہ کرایا گیا۔ انبیائے سابقین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے ملاقات کرائی گئی۔ جنت ودوزخ کی سیر ہوئی۔ تا آنکہ رب العزۃ جل جلالہ وعم نوالہ کا دیدار پُرانوار ہوا، ہم کلامی کا شرف بخشا گیا۔ امت کی ساری گتھیاں سلجھائی گئیں۔ اور تمام حقائق پر سے پردے اٹھائے گئے۔ جب مراجعت عمل میں آنے لگی تو امتِ مرحومہ کے لئے نماز کا تحفہ عنایت ہوا کہ اگر امت نماز کی پابندی کیا کرے تو معراج جن امور پر مشتمل تھی وہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ نماز میں قرآن کریم کی ایک ایک سورت بلکہ اس کی ایک ایک آیت کریمہ پڑھتے جاؤ تو معراج کا

ایک ایک نقشہ پیش نظر ہوگا۔ ایسی نماز سے جو غفلت برتے اس کی خرابی نہیں تو اور کیا ہے؟

ساھون کی تفسیر سَاھُوْنَ مشتق ہے سَھْوٌ سے جس کے معنی بھول جانے کے ہیں۔ حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں:۔ الحمد للہ الذی قال عن صلاتھم ساھون ولم یقل فی صلاتھم۔ (ابن جریر) ساری تعریفیں اللہ سبحانہ کیلئے ہیں یا یہ کہ خدا کا شکر ہے جس نے فرمایا:۔ عن صلاتھم ساھون۔ یعنی خرابی ہے اُن نمازیوں کی جو اپنی نماز کو بھول جاتے ہیں“ اور فی صلاتھم نہ فرمایا“ اگر فی صلاتھم ارشاد ہوتا تو معنی یہ ہوتے کہ خرابی ہے ان نمازیوں کی جو نماز میں بھول چوک کرتے ہیں۔ اگر ایسا ارشاد ہوتا تو کوئی نہ بچ سکتا۔ اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نے نماز میں بھول چوک کو معاف فرمادیا فی صلاتھم اور عن صلاتھم میں فرق ہے فی صلاتھم کے معنی یہ ہوتے کہ وہ اپنی نماز میں بھول جاتے ہیں۔ یہاں نماز کا وجود ہے اس میں کوئی چیز بھولی گئی۔ عن صلاتھم کے معنی یہ ہیں کہ نماز ہی بھول گیا۔ یہاں نماز کا وجود ہی نہیں۔ چنانچہ نماز میں کوئی بھول چوک ہو تو ”سجدۂ سہو“ کرلینے کا حکم دیا گیا ہے۔ سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہوجاتی ہے۔ اور یوں بھی سہو و نسیاں کو اللہ سبحانہٗ نے

قابلِ مواخذہ نہیں قرار دیا۔ اگر کوئی شخص کسی وقت کی نماز بھول جائے اور اس کا وقت گزر جانے کے بعد یاد آئے تو حدیث شریف میں ہے:۔ من نام عن صلوٰۃ او نسیھا فلیصلھا اذا استیقظ او ذکرھا فذلک وقتھا۔ جو کوئی شخص کسی نماز کے وقت سوتا رہے یا اس کو بھول جائے تو اس کو چاہیئے کہ جب بیدار ہو یا اس کو یاد آجائے تو فوراً اس کو ادا کرلے کہ یہی اس کا وقت ہے۔“ مگر اس آیۂ کریمہ میں نماز کو بھول جانا بھی مراد نہیں۔

ساھون سے وقت گزار دینا مراد ہے

حضرت مصعب بن سعد کہتے ہیں:۔ قلت لابی ارأیت قول اللّٰہ الذین ھم عن صلاتھم ساھون اینا لا یسھوا اینا لا یحدث نفسہ قال انہ لیس ذلک انہ اضاعۃ الوقت۔ (فریابی، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابو یعلیٰ، بیہقی) میں نے اپنے والد ماجد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ارشاد باری تعالیٰ الذین ھم عن صلاتھم ساھون کی تفسیر سے مجھے آگاہ کیجئے کیونکہ ہم میں کون ایسا ہے جس سے کبھی سہو نہ ہوتا ہو۔ نیز ہم میں کون ایسا ہے جو اپنے نفس کے خطرات سے محفوظ ہو۔ یہ سن کر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ ساھون سے بھول جانا مراد نہیں بلکہ نماز کا پورا وقت بلا ادائے نماز

ضائع کردینا مراد ہے۔" دوسری روایت خود حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے اس طرح مروی ہے آپ فرماتے ہیں:۔ سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قولہ الذین ھم عن صلاتھم ساھون قال ھم الذین یؤخّرون الصلاۃ عن وقتھا۔ (ابو یعلیٰ، ابن جریرؒ ابن المنذرؒ ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ، بیہقی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد باری تعالی الذین ھم عن صلاتھم ساھون کی تفسیر میں نے دریافت کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے مقررہ وقت سے پیچھے ڈال دیتے ہیں۔" حضرت سیدنا ابن عباسؓ سے بھی اس آیۂ کریمہ کی تفسیر اسی طرح مروی ہے:۔ الذین یؤخّرونھا عن وقتھا۔ (ابن جریر) وہ لوگ جو نماز کو اس کے وقت سے پیچھے ہٹا دیا کرتے ہیں۔"

وقت ٹال کر نماز پڑھنا شیوۂ منافقین ہے

حضرت ابن عباسؓ نے دوسرے موقع پہ اس کی مزید وضاحت اس طرح فرمائی:۔ ھم المنافقون یتركون الصلاۃ فی السر ویصلّون فی العلانیۃ۔ (ابن جریر، ابن مردویہ) نماز کو بھول جانے والے منافقین ہیں جب ان کو کوئی دیکھتا نہ ہو (مثلاً تاریکی ہو یا کوئی وہاں موجود نہ ہو بلکہ) تنہا ہوں تو نماز ہی چھوڑ دیتے ہیں اور

جب لوگوں کا سامنا ہو تو نماز پڑھ لیا کرتے ہیں۔" حضرت مسروق نے ساھون
کی تفسیر یوں فرمائی: ــــ تضییع میقاتھا۔ (ابن ابی حاتم) نماز کا وقت بلا ادائے
نماز ضائع کر دینا مراد ہے۔" اور حضرت مالک بن دینار نے فرمایا: ۔سأل
رجل ابا العالیۃ عن قولہ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ماھو
فقال ابو العالیۃ ھو الذی لایدری عن کم انصرف عن شفع او عن
وتر فقال الحسن مہ ھو الذی یسھو عن میقاتھا حتّٰی تفوت۔
(عبدالرزاق، ابن المنذر) ایک شخص نے حضرت ابو العالیہ سے دریافت کیا کہ
ارشاد باری تعالیٰ الذین ھم عن صلاتھم ساھون سے کیا مراد ہے؟
تو حضرت ابو العالیہ نے فرمایا یہ بھولنے والا وہ ہے جو یہ تک نہیں جانتا کہ
اس نے جو نماز پڑھی ہے وہ جفت تھی یا طاق۔ یعنی دو یا چار رکعت والی یا کہ
تین رکعتوں والی۔ یہ سن کر حضرت حسن بصری نے فرمایا چھوڑو جی۔ اس سے
وہ شخص مراد ہے جو نماز کا وقت ہی یاد نہیں رکھتا تا آنکہ نماز ہی فوت ہو جاتی
ہے۔"

نماز کی اہمیت جاننا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے	حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ــــ لما نزلت ھذہ الآیۃ الذین ھم عن صلاتھم

ساھون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر ھذہ الآیۃ
خیر لکم من ان یعطی کل رجل منکم جمیع الدنیا ھو الذی ان صلی
لم یرج خیر صلاتہ وان ترکھا لم یخف ربہ۔ (ابن جریر، ابن مردویہ)
جب یہ آیۂ کریمہ الذین ھم عن صلاتھم ساھون نازل ہوئی تو حضور انور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔۔۔ اللہ اکبر۔ یہ آیۂ کریمہ تمہارے حق میں
بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم میں سے ہر شخص کو پوری دنیا دے دی جائے۔ یہ
نماز کو بھول جانے والے وہ ہیں جو اگر نماز پڑھتے رہیں تو اس سے کسی قسم کی بھلائی
حاصل ہونے کی توقع نہ رکھتے ہوں اور اگر اس کو چھوڑ بیٹھیں تو اپنے پروردگار
کا کوئی خوف بھی نہ رکھتے ہوں" یعنی نماز کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت ہی
نہیں۔ نمازی اور تارک الصلاۃ دونوں ان کے نزدیک ایک ہیں حضرت
قتادہؒ نے بھی ساھون کی تفسیر میں فرمایا:۔۔۔ لا یبالی عنھا أ صلی ام لا۔
(عبدالرزاق، ابن جریر) اس کو پرواہ نہیں کہ اس نے نماز ادا کی یا ادا نہ کی"

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا بھی غفلت ہے

حضرت مجاہد نے ساھون کی تفسیر میں فرمایا:۔
لاھون۔ (ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم)
نماز کے بارے میں غفلت سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کو ایک لہو ولعب خیال

کرتے ہیں" یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت پر مبنی ہے۔ آپ کی قرآءت ہی یوں تھی:۔ الذین ھم عن صلاتھم لاھون۔ (ابن الانباری، بیہقی، خطیب) خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں اور اس کو لہو و لعب تصور کرتے ہیں" حضرت ابو العالیہ نے فرمایا:۔ ھو الذی یصلی ویقول ھکذا و ھکذا یعنی یلتفت عن یمینہ وعن یسارہ۔ (ابن ابی حاتم) یہ وہی ہے جو نماز پڑھتے ہوئے ایسا ایسا کرتا ہے یعنی اپنی داھنی اور بائیں جانب مڑ مڑ کر دیکھتا جاتا ہے" سجدے کی جگہ پر نظر جمائے نہیں رکھتا۔

یرآءون کی تفسیر اَلَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ۔ "یہ وہ لوگ ہیں جو دکھاوا کیا کرتے ہیں" یعنی ہر نیک کام صرف دکھاوے کے لئے کرتے رہتے ہیں تاکہ ان کو لوگ دیکھ کر نیک آدمی خیال کریں اور لوگوں میں ان کی پارسائی کا چرچا ہوتا رہے جس سے عامۃ الناس کی نظروں میں ان کی شان بڑھے اور ہر طرف سے آؤ بھگت ہوتی رہے۔ حقیقی نیکی سے ان کو دور کا بھی تعلق نہیں۔ چنانچہ حضرت امیرالمومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:۔ الذین ھم یرآءون قال یرآءون بصلاتھم۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی) یہ وہ لوگ ہیں جو ریاکاری کیا کرتے ہیں یعنی اپنی نماز کے ذریعہ دکھاوا کرتے رہتے

ہیں" کہ وہ بڑے نمازی ہیں۔ نہایت ہی پابند گویا رات دن نماز کی دھن لگی ہوئی ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ محض دکھاوا اور ظاہرداری ہے خشوع وخضوع اور خوف وخشیت کچھ نہیں۔

ریاکاری شرک خفی ہے حضرت زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں:۔ یصلّون ریآء ولیس الصلاۃ من شانھم۔ (ابن جریرؒ ابن ابی حاتم) صرف دکھاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں ورنہ نماز پڑھنا ان کی صفت نہیں" **فقیر** عرض کرتا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ الذین ھم یرآءون چونکہ فویل للمصلّین الّذین ھم عن صلاتھم ساھون کے بعد وارد ہوا ہے اس لئے تفاسیر بالا میں یرآءون کا تعلق بھی صرف نماز کے ساتھ بتلایا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہوں گے کہ بڑی خرابی ان نمازیوں کی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو محض ریاکاری کی نماز پڑھتے ہیں" ورنہ ریاکاری صرف نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہر کار خیر میں ریاکاری ہوسکتی ہے۔ چنانچہ حضور اقدس سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واتم التسلیمات نے ارشاد فرمایا:۔ من صلّی یرآءی فقد اشرك ومن صام یرآءی فقد اشرك ومن تصدّق یرآءی فقد اشرك۔ (امام احمدؒ عن شداد بن اوسؓ) جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی یقیناً اس نے

شرک کیا۔ اور جس نے محض دکھاوے کے لئے روزہ رکھا یقیناً اس نے بھی شرک کیا اور جس نے دکھاوے کی خاطر صدقہ دیا اس نے بھی یہ مشرکانہ عمل کیا“۔ اللہ جل شانہٗ کا فرمان جلیل الشان تو یہ ہے :۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ و بذلک امرت وانا اول المؤمنین اے نبی کریم! آپ فرمایئے کہ یقیناً میری نماز اور میری تمام عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ خالصاً اللہ کے لئے ہے جو تمام کائنات کا آقا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اس پر یقین کامل رکھتا ہوں“ تو ظاہر ہے کہ جس کسی کا طرز عمل اس کے خلاف ہو یعنی اس کا کوئی کام خالصاً لوجہ اللہ نہ ہو بلکہ لوگوں کو دکھانے سنانے اور ان کی نظر میں اپنی نیکی جتانے، ان کے نزدیک نام پانے، اور ان سے اپنے عمل کی داد لینے اور خراج تحسین حاصل کرنے کی نیت ہو تو اللہ سبحانہ کے نزدیک ایسے عمل کا خواہ وہ نماز ہو یا روزہ، زکات ہو یا صدقہ، کیا وزن ہوگا؟ اور اس پر کیا اجر مترتب ہوگا؟ اور ایسے اعمال کو مشرکانہ اعمال نہ کہا جائے تو ان کو اور کون سے عمل سے موسوم کیا جانا چاہیئے۔ اسی وجہ سے احادیث شریفہ میں ریاء وسمعۃ یعنی دکھاوے۔ سناوے کو شرک خفی قرار دیا گیا ہے جس سے مسلمانوں کو

دور رہنا چاہیے۔ اس سے عمل کا ثواب ضائع ہوجاتا ہے۔ بلکہ نیکی برباد گناہ لازم کا موجب قرار پاتا ہے۔ خدا کی پناہ۔ پھر جو نماز ہی نہ پڑھتا ہو اس کا کیا حشر ہوگا اس کا اندازہ کر لیجئے۔

یمنعون الماعون کی تفسیر

وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ؏۔ اور مستعار نہ دیں برتنے کی چیز" یعنی وہ زکاۃ وغیرہ تو کیا دیتے۔ اور خیرات وصدقات

؏ واختلف فی اصله فقال قطرب اصله فاعول من المعن وهو الشیئ القلیل وقالوا ماله معنة ای شیئ قلیل وقیل اصله معونة والالف عوض من الهاء فوزنه مفعل کمکرم فتکون المیم زائدة ووزنه بعد زیادة الالف عوضا ما فعل وقیل هو اسم مفعول من اعان یعاین واصله معوون فقلب فصارت عینه مکان فائه فصار موعون ثم قلبت الواو الفا فصار ماعونا فوزنه معفول بتقدیم العین علی الفاء۔ (روح المعانی) ماعون کی اصل اور اس کا ماخذ کیا ہے اس میں اختلاف ہے۔ امام لغت قطرب نے کہا کہ یہ لفظ معن سے بنا ہے فاعول کے وزن پر ہے۔ معن کے معنی تھوڑی سی چیز کے ہیں۔ عرب کا محاورہ ہے، مالہ معنة یعنی اس کے پاس ذرا سی چیز بھی نہیں ہے"۔ بعض اہل لغت نے کہا کہ ماعون معونة سے بنا ہے اور

دینے کی ایسے لوگوں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ لوگوں میں عام طور پر برتنے کی چیزیں
مستعار دینے کی عادت ہے مگر یہ ایسے خسیس اور دنی الطبع واقع ہوئے ہیں کہ برتاؤ
کے لئے بھی معمولی چیز گھڑی بھر کے واسطے مستعار تک نہیں دیتے۔ بلکہ دینے والوں کو
منع کرتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ یہاں ماعون سے کیا مراد ہے؟ اس کی نسبت احادیث
شریفہ میں جو وضاحت فرمائی گئی ہے اس کو مختصراً عرض کیا جاتا ہے :۔

ماعون کیا ہے؟ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں :۔ کنا نعد الماعون
علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاریۃ الدلو والقدر والفأس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس کا الف معونۃ کی تاء کے عوض میں لایا گیا ہے۔ اس اعتبار سے اس کا وزن مفعل ہوگا
جیسے مکرم کا بھی یہی وزن ہے۔ اس لحاظ سے میم زائد قرار پاتا ہے۔ اور الفِ عوض کے اضافہ
کے بعد اس کا وزن مَافُعَلٌ ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ماعون اسم مفعول ہے اعان
یُعین سے۔ یہ اصل میں مَعُوُون تھا قلب کرکے عین کلمہ کو فاء کلمہ قرار دیا گیا تو موعون
ہوا۔ پھر واو اولیٰ الف سے بدل دیا گیا تو ماعون ہوا وزن پر معفول کے جس میں
عین کلمہ قلب کے باعث فاء کلمہ کی جگہ آ گیا۔ فقیر کے نزدیک قول اول اولیٰ
ہے۔ واللہ اعلم۔

والمایزان وما تتعاطون بینکم۔ (سعید بن منصور' ابن ابی شیبہ' ابوداؤد' نسائی' بزار' ابن جریر' ابن المنذر' ابن ابی حاتم' طبرانی' ابن مردویہ' بیہقی) حضور اقدس واکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم لوگ ماعون سے ڈول' ہانڈی' دیگچی' کلہاڑی' ترازو کو عاریۃً دینا مراد لیتے تھے۔ نیز اسی نوع کی چیزیں مستعار لینا بھی اسی میں شمار کرتے تھے۔" تقریباً اسی مضمون کی اور روایتیں بھی حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہیں۔ ایک روایت میں آپ نے فرمایا:۔ کان المسلمون یستعیرون من المنافقین الدلو والقدر والفاس وشبھہ فیمنعونھم فانزل اللہ ویمنعون الماعون۔ (ابن مردویہ) ڈول' ہانڈی' دیگچی' کلہاڑی' اور اسی قسم کی معمولی ضرورت کی چیزیں مسلمان (مہاجرین) مستعار طور پر منافقین سے مانگتے تو یہ ان کو نہ دیتے۔ اس پر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ ویمنعون الماعون نازل فرمائی۔" حضرت ابوہریرہؓ سے بھی قریب قریب یہی چیزیں عاریۃً طلب کرنا مروی ہے۔

مسلمانوں کے ایک وفد سے حضور کا عہد

حضرت قرہ بن دعموص نمیریؓ فرماتے ہیں:۔ انھم وفدوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یارسول اللہ ما تعھد الینا قال لا تمنعوا الماعون قالوا وما الماعون قال فی الحجر وفی الحدیدۃ وفی الماء قال فای الحدیدۃ قال قدورکم النحاس

وحدید الفاس الذی یمتھنون بہ قالوا وما الحجر قال قدورکم الحجارۃ۔
(ابن ابی حاتم، ابن مردویہ) ان کے قبیلہ والوں کا ایک وفد حضور انور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے دربار اقدس میں باریاب ہوا تو ان لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!
آپ ہم سے کیا عہد لیتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ماعون سے نہ روکا کرو
ساتھیوں نے عرض کیا کہ ماعون کیا چیز ہے؟ فرمایا:۔ پتھر میں، لوہے میں، پانی
میں (ممانعت نہ کرنی چاہیے۔) ان میں سے ایک نے دریافت کیا کہ کونسا لوہا؟
فرمایا تانبے کی دیگچی، لوہے کی کلہاڑی جس کو عام طور پر لوگ معمولی چیز سمجھتے ہیں۔
بعضوں نے پوچھا کہ پتھر سے کون پتھر مراد ہے تو فرمایا مٹی کی ہانڈی۔ (مٹی بھی پتھر ہی
سے بنتی ہے اور تانبا بھی ایک قسم کا پتھر ہی ہے۔ سونے چاندی کو بھی آپ نے پتھر فرمایا۔

مسلمان بھائیوں کیساتھ وسعت قلبی

حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول المسلم اخو المسلم اذا لقیہ حیاہ بالسلام ویرد علیہ
ماھو خیر منہ ولا یمنع الماعون قلت یا رسول اللہ ما الماعون قال الحجر
والحدید والماء۔ (ابن قانع) میں نے حضور سید کائنات علیہ افضل الصلوات
واکمل التسلیمات سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ایک ایک مسلمان، دوسرے مسلمان کا

بھائی ہے جب اس سے ملاقات ہو تو سلام کے ذریعہ اس کی بقا و سلامتی چاہے (یعنی السلام علیکم کہے) اور وہ بھی اس کا جواب اس سے بہتر طریق پر ادا کرے (یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے) اور ماعون سے منع نہ کرے۔ میں نے عرض کیا ماعون کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا پتھر، لوہا، پانی " یعنی کوئی شخص، ہانڈی، دیگچی، ڈول وغیرہ تھوڑی دیر کے لئے مانگنے کو آئے تو اس کو مستعار طریقہ پر دیدے۔ نیز تمہارے گھر میں کنواں یا نل ہے اور کوئی اس سے پانی لینا چاہے تو اس کو اجازت دیدی جائے۔ منع نہ کیا جائے۔

ماعون کا درجہ اعلیٰ وادنیٰ

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں: رأس الماعون زکاۃ المال وادناہ المنخل والدلو والابرۃ (ابن ابی حاتم) ماعون کے تحت آنے والی بڑی سے بڑی چیز، مال کی زکاۃ ہے۔ اور ادنیٰ سے ادنیٰ شئے چھلنی، ڈول اور سوئی ہے "۔ مطلب یہ کہ ماعون معمولی کارآمد چیز کو کہتے ہیں۔ جس سے لوگوں کو کام پڑتا رہتا ہے۔ جیسے ہانڈی، دیگچی، چھلنی، کلہاڑی، آگ، پانی، سوئی، تاگہ وغیرہ۔ کوئی معین شئے کا نام ماعون نہیں۔ اسی میں قلم، دوات، کاغذ، لکھنے پڑھنے والوں کے لئے۔ بیل، پھاوڑا، سیڑھی، تعمیری ضرورت پر، بوتل، شیشی، دوا یا قارورے کیلئے بیماری کے سلسلے میں،

ترازو، باٹ، گز، خرید و فروخت کے موقع پر۔ غرض یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ہر گھر میں نہیں ہوا کرتیں البتہ خوش حال گھرانوں میں ایسی چیزیں رہا کرتی ہیں کبھی ضرورت پر ایک دوسرے سے کام پڑتا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جن کو ایسی چیزیں میسر ہیں اور کوئی حاجت مندان کو مانگنے آئے تو مسلمانوں کو وسعت قلبی سے کام لے کر نا داروں کی ان چیزوں سے حاجت روائی کرنی چاہیئے۔ مستعار دینے میں پہلوتہی مناسب نہیں۔

ویل کی سزا ایک شخص نے حضرت عکرمہؓ سے ماعون کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:۔ العاریة۔ کسی چیز کو مستعار دینا۔ اس نے کہا:۔ فمن یمنع متاع بیتہ فلہ الویل؟ پھر جو کوئی خانہ داری کی چیز اگر نہ دے تو کیا اس کو بھی ویل (دوزخ کے گڑھے) کی سزا ملے گی؟ عکرمہ نے فرمایا:۔ لا ولکن اذا جمعھن ثلاثھن فلہ الویل اذا سھا عن الصلاۃ ورایا ومنع الماعون۔ (فریابی، ابن المنذر، بیہقی) نہیں، لیکن جب اس نے (ان آیات کریمہ میں جو تین چیزیں بیان ہوئی ہیں) ان تینوں کو جمع کیا تو اس کے لئے ویل ہے۔ جب اس نے نماز کو بھول بیٹھا۔ وقت پر

ادا کرتا ہی نہیں، وقت ٹال کر پڑھا کرتا ہے۔ اور اپنا ہر کام دکھاوے سناوے کے لئے کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ کی رضا و خوشنودی سے اس کو غرض نہیں۔ نیز خانہ داری کی چیز تک مستعار دینے سے منع کرتا یا باز رہتا ہے اس کے لئے ویل (دوزخ کا گڑھا) ہے۔" اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اگر کوئی شخص خانہ داری کی کوئی چیز مستعار نہ دے تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں۔ کیونکہ ویل کے مختلف معانی ہیں۔ اس کے ایک معنی دوزخ کے گڑھے کے ہیں۔ دوسرے خرابی و نفرین کے۔ تیسرے افسوس کے۔ مستعار نہ دینے والا اگر دوزخ میں نہ جائے تو کم از کم قابل نفریں و افسوس تو ہوگا۔ یہ بھی کیا کم ہے؟

منافقین کا شیوہ حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں: اولئک المنافقون ظهرت الصلاة فصلوها وخفيت الزكاة فمنعوها (ابن المنذر، ابن ابی حاتم) مذکورہ تین کام کرنے والے منافقین ہیں۔ چونکہ نماز عبادت ظاہری ہے جو مسجدوں میں علی الاعلان جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، لہذا منافقین بھی اس کو ادا کر لیتے ہیں۔ اور زکاۃ خفیہ اور پوشیدہ عبادت ہے۔ کیونکہ یہ مال داروں پر فرض ہے۔ اور ہر شخص اپنا مال چھپائے رکھتا ہے۔ کسی کو خبر نہیں ہونے پاتی کہ

کِس کے پاس کتنا مال ہے اور کب سے جمع ہے۔ زکاۃ صاحب نصاب کی فرض ہوتی ہے جب کہ مال بقدر نصاب سال بھر تک جمع رہے۔ بہرحال جب ایک کے مال کی دوسرے کو خبر نہیں ہوتی اس لئے منافقین اس کو ادا نہیں کرتے۔ اس کی تائید روایتِ ذیل سے ہوتی ہے چنانچہ حضرت حیدر کرار سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔

الماعون الزکاۃ المفروضۃ یرآءون بصلاتھم ویمنعون زکاتھم۔ (فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم، بیہقی) ماعون سے فریضۂ زکاۃ مراد ہے۔ (منافقین) اپنی نماز کا مظاہرہ تو کرتے ہیں۔ لیکن اپنے مال کی زکاۃ ادا نہیں کرتے" مال بھی دو قِسم پر ہے۔ ایک ظاہر جیسے دوکان میں رکھا ہوا۔ اور کاروبار تجارت اور شراکت میں لگا ہوا۔ نیز جانور جن پر زکاۃ واجب ہوتی ہے۔ جیسے اونٹ، گائے، بیل، بکریاں۔ جو سال کا اکثر حصہ جنگل میں چرتے ہیں۔ کھیتوں کا غلہ، باغات کا میوہ۔ اس کی زکاۃ تو عاملین وصول کرلیتے ہیں۔ دوسرا پوشیدہ مال۔ جیسے زر زیور اور اندوختہ جو گھر کے اندر رہتا ہے اس کی خبر کسی کو نہیں ہوتی۔ منافقین

اس پوشیدہ مال کی زکاۃ نہیں ادا کرتے۔ اسی سے مومن اور منافق کی پہچان ہوتی ہے۔

ماعون کی تفسیر میں صحابۂ کرام کے اقوال

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ــــ اختلف الناس فی ذلك فمنهم من قال یمنعون الزکاۃ ومنهم من قال یمنعون الطاعة ومنهم من قال یمنعون العاریة۔ (ابن مردویہ) ماعون کی تفسیر میں صحابۂ کرام نے کئی باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے کوئی تو یہ کہتے ہیں کہ زکاۃ نہیں دیتے۔ اور کسی نے کہا کہ اللہ سبحانہ کی طاعت بجا نہیں لاتے۔ اور کسی نے فرمایا کہ کسی کو کوئی چیز مستعار نہیں دیتے۔" درحقیقت یہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سب کا مآل اور نتیجہ ایک ہی ہے۔ یا تو حق اللہ کی ادائی سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ یا حقوق الناس کی ادائی سے بُخل کرتے ہیں۔ اس سورت شریفہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ جو کوئی یتیم پر ترس نہ کھائے، مسکین کا پیٹ بھرنے کی فکر نہ کرے نماز کا وقت ٹال دیا کرے۔ دکھاوے کے کام کرے۔ یا حاجتمند کی حاجت روائی نہ کرے یہ تمام شاخیں جزائے اعمال کو جھٹلانے کی ہیں

اگر کوئی جزائے اعمال کو تسلیم کرتا اور اس کو مانتا تو ایسے معمولی کام سے بھی دریغ نہ کرتا۔ دین اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ نیک کام خواہ وہ کیسا ہی معمولی ہو اس کو کر لو اور بُرا کام خواہ وہ کتنا ہی صغیر و حقیر ہو اس سے دور رہو۔

واللہ الھادی الی الصراط المستقیم۔

سورۂ **ماعون** کی تفسیر ختم ہوئی۔ وللہ الحمد۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔